ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

مستنصر حسین کے ناول "خس وخاشاک زمانے" کے نسوانی کردار

کشف افتخار بھٹی

پی ایچ ڈی اسکالر، جی سی یو لاہور

Abstract:

"*Khus Wa Khashak Azam" is a novel by Mustansar Hussain. This novel is intellectually and intellectually the first formal post-modern Urdu novel in which the political and social applications of ethnic, national, cultural and all major narratives have been grasped. has gone Even those local micro-narratives of caste and community that are supposed to provide economic and political security in our group life. Even in such narratives, they have an aristocracy, which reflects all these tendencies to distance themselves from the people of their own caste and community due to their financial and political status, the horrors of which are seen on a large scale. In "Khus and Khashak Age" the society of the subcontinent is reflected on the intellectual level. In this novel, all the points are clarified through which it is revealed that the country which was built on the basis of ideology did not follow its ideals. Why failed to make it a part of the constitution." Modern and post-modern elements seem to flow in their parallel lines in the Khas and Khashak period. And out of their local geographical circle, they become part of this global society which is ideologically and geographically thousands of miles away from local social expressions and narratives, but its modernity has become an integral part of locality.*

مستنصر حسین تارڑ کے اجداد کا تعلق گجرات کے قریب مصروف قصبے جو کالیاں سے ہے۔ آپ یکم مارچ ۱۹۳۹ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ۱۹۲۸ء میں تلاش معاش کے سلسلے میں لاہور کا رخ کیا۔ یہاں پر انھوں نے کسان اینڈ کمپنی کے نام سے سبزیوں اور بیجوں کی دوکان کھولی۔ ان کا آبائی پیشہ کاشت کاری تھا۔ لیکن تارڑ کے والد چوہدری رحمت خان تارڑ اپنی براد ری کے پہلے شخص تھے۔ جنہوں نے میٹرک کیا اور زرعی نوعیت کے ایک جریدے " کاشتکار جدید کا اجرا بھی کیا اور زراعت سے متعلق کم و بیش ہیں پچیس کتب تصنیف کیں جو اُردو میں علمِ زراعت کی اولین کتابیں تھیں۔ مستنصر حسین تارڑ چھ بہن بھائیوں میں پہلے نمبر پر ہیں۔ آپ کے ماموں نے عباسی خلیفہ مستنصر کے نام پر اپنے بھانجے کا نام مستنصر رکھا۔ آپ کی دادی آپ کا نام لعل خان رکھنا چاہتی تھیں۔ مشکل نام ہونے کی وجہ سے آپ کی نانی آپ کو تنصی'' کہہ کر پکارتی تھیں۔ مستنصر حسین تارڑ کے دو بیٹے سلجوق تارڑ اور سمیر تارڑ ہیں۔ بیٹی کا نام قرۃ العین ہے جو کہ ڈاکٹر ہیں۔ بیٹوں کا تعلق پاکستان سول سروسز کے شعبوں کسٹم اور سفارتکاری سے ہے۔ بڑے بیٹے سلجوق تارڑ اقوام متحدہ میں سفیر ہیں، جبکہ چھوٹے بیٹے سمیر تارڑ کسٹمز میں ملازمت کرتے ہیں۔ تارڑ نانا اور دادا دونوں منصبوں پر فائز ہیں۔ اگرچہ تارڑ کے ناولوں میں نسوانی کرداروں کی بھرمار ہے لیکن تارڑ نے ایک ہی شادی پر اکتفا کیا۔ میمونہ تارڑ کے ساتھ اُن کی زندگی کا یہ سفر خوشحالی سے چلتا آرہا ہے۔ مستنصر حسین تارڑ کی شخصیت پر اُن کے والد کے گہرے اثرات ہیں۔ آپ کی والدہ نواب بیگم بھی ایک سگھڑ خاتون تھیں اور اُن کے بے تکلف محاورے جو کہ پرندوں زمین اور درختوں کے متعلق ہوتے تھے۔ اُن کا خاصا تھے۔ مستنصر حسین تارڑ کا خاندان جو کالیاں سے چیمبر لین روڈ اور پھر لکشمی مینشن لاہور میں قیام پذیر رہا۔ یہاں پر تارڑ کو سعادت حسن منٹو، معراج خالد، خورشید شاہد اور عائشہ جلال کی ہمسائیگی نصیب ہوئی۔ اس کے بعد ان کا خاندان ۲۲ بے گلبرگ تھری میں منتقل ہو گیا۔ کچھ عرصہ قبل یہ مکان اکادمی ادبیات کو کرائے پر دے دیا گیا اور آپ کا خاندان ۲/ ۲۶۵ آر سیکٹر، فیز ۲۔ ڈی۔ ایچ اے منتقل ہو گیا۔ مستنصر حسین تارڑ نے اندرون لاہور کی مسجد تاجے شاہ سے دینی تعلیم کا آغاز کیا۔ رنگ محل مشن سکول لاہور سے پہلی اور

دوسری جماعت پاس کی۔ نارمل سکول گھکھڑمنڈی سے تارڑنے تیسری اور چوتھی جماعت پاس کی، دوبارہ لاہور آکر رنگ محل مشن سکول سے پانچویں جماعت پاس کی۔ اس کے بعد مسلم ماڈل سکول سے میٹرک پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف۔ اے کیا۔ سکول کے زمانے میں عمر فاروق مودودی کے مقابلے میں بزم ادب سیکرٹری کا انتخاب جیتا۔ گورنمنٹ کالج کے زمانہ طالب علمی میں کالج کے ہائیکینگ اور مونیٹرنگ کلب کے ساتھ وادی کش گنگا مہم کے لئے کشمیر گئے۔ تارڑ کی تشکیل شخصیت میں اس واقعہ کا گہرا حصہ ہے۔

خس وخاشاک زمانے:

خس وخاشاک زمانے ایک ضخیم ناول ہے۔ بہت سے مردانہ کرداروں کی طرح نسوانی کرداروں کی بھی بھرمار نظر آتی ہے۔ جو زمانوں کے تسلسل میں اپنا کردار ادا کرتے نظر آتے ہیں۔ نسوانی کردار مندرجہ ذیل ہیں۔

نور بیگم:

نور بیگم محمد جہاں نمبر دار کی سب سے چھوٹی بیٹی امیر بخش کی بیوی اور روشن کی ماں نور بیگم اگرچہ شادی کے بعد لاہور میں رہائش پذیر تھی لیکن اپنے میکے کے صحن کو آباد کرنے کے لیے وہ دنیا میں آتی جاتی رہتی تھی۔ نور بیگم نے اس صحن میں بہت سی مرغیاں اور مرغ پال رکھے تھے۔ شریک اُسے مرغیوں کی ماں کہہ کر پکارتے تھے۔ مرغوں اور مرغیوں کے ساتھ اس کا لگاؤ بالکل

اولاد جیسا تھا۔

> "اس نور بیگم کے شوق نرالے تھے۔"
> آس پاس کے گاؤں سے، دور دراز سے سونی سونی بانکی چھبیلی مرغیاں منگواتی۔ اُن کے انڈوں کو بھوسا بھرے گولک میں اپنے ہاتھوں سے سجاتی اور کسی گرہ گرد کرتی مرغی کو ان پر بٹھا کر چوزوں کے نکلنے کا انتظار کرنے لگی۔ راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر اُن پر بیٹھی مرغی کے پروں تلے جھانکتی کہ کیا کوئی ایک ایسا انڈہ ہے جو ترخ چکا ہے اور اس میں سے کسی چوزے کی چونچ جھانکتی ہے۔ اور جب پہلا چوزہ انڈے کے چھلکے سے برآمد ہوتا تو وہ اسے اپنے پہلے جائے روشن کی مانند ہی پیارا لگتا۔"(1)

اچانک مرغیوں کو ایک بیماری نے گھیر لیا اور ایک ایک کرتی اس کی تمام مرغیاں مر گئیں جب ہی کوئی مرغی مرتی اُس کے ساتھ نور بیگم بھی تھوڑی سی مر جاتی۔ پہلی مرغی کو کوڑے کے ڈھیر پر پھینکنے کی بجائے اُس نے اپنے دشمن چاچے بخت جہاں کو وہ مرغی دے دی جو اُسے بھون کر کھانے کی تمنا رکھتا تھا جس چاچے نے اُس کے اوپر بے انتہا ظلم کیے تھے۔ لیکن آج کل لاچار حالت میں تھا۔ جب آخری مرغ صاحب بہادر مرنے کے قریب تھا تو چاچے بخت جہاں نے پھر وہ مرغ حاصل کرنے کے لیے التجا کی۔ لیکن نور بیگم اب کی بار اڑ گئی کہ وہ اس مرغ کو روڑھی پر پھینک دے گی لیکن اس چاچے کے حوالے نہ کرے گی جس نے اُس کی بہن کی ڈولی اس صحن سے اُٹھنے نہ دی اور اُسے مہاراجہ پٹیالہ کے ہاں بیچ دینے کی دھمکیاں دیں۔ لیکن ایک وقت میں اُس کا دل پسیج گیا اور اُس نے نا صرف مرغ صاحب بہادر چاچے کے حوالے کر دیا بلکہ افیوں کے لیے ایک روپے کا ٹھپہ بھی اُس کے سرہانے کے نیچے رکھ آئی۔ نور بیگم کا بیاہ اُس کے بھائی عزیز جہاں کے دوست امیر بخش سے ہوا جو کہ کوٹ ستارہ کے چوہدری محکم دین کا اکلوتا بیٹا تھا اور دس جماعتیں پاس تھا۔ شادی کے وقت نور بیگم بھی چار جماعتیں پاس تھی اور اُس نے مسجد کے مولوی صاحب سے قرآن شریف کے سپارے بھی پڑھ رکھے تھے۔ جب امیر بخش بارات لے کر آیا تو اُس کا سر بالکل سفید تھا۔ نور بیگم کی نمبر دارنی ماں نے اپنی بیٹی کو اس کے ساتھ رخصت کرنے سے انکار کر دیا۔ امیر بخش کتوں کے کاٹنے سے نوجوانی میں ہی سفید سر کر چکا تھا۔ اس بات پر سہرا باندھے پریشان ہو گیا۔ لیکن نمبر دارنی نے جب میرے کے پیچھے اُس کی وجیہہ صورت دیکھی تو وہ رضامند ہو گئی۔ نور بیگم شادی میں بھی پنجاب کی روایتی سٹھیاں باندھی گئی۔ بارات پر اپلوں کی بارش کی گئی۔ شادی کے بعد میر بخش نو بیگم کو لاہور اپنے ساتھ لے گیا لیکن نور بیگم کا اپنے میکے کے گاؤں کے ساتھ رابطہ بھی منقطع نہ ہوا۔

> "نور بیگم اگرچہ لاہور میں بیاہی ہوئی تھی پر وہ شہری زندگی اور طور طریقوں سے عمر بھر مفاہمت نہ کر سکی۔ اس کے اندر کی دیہاتن ہمیشہ اس پر غالب رہی۔ اُس نے دنیا پور سے اپنا رابطہ قائم رکھا۔ ریشم نائن، بشیر دھوبی نذر میرانی اچھو بروالا۔ شیداں ماچھن اور کرشیداں جولاہی اُس کے پاس آتے جاتے رہے۔ وہ انہیں قریب بٹھا کر ان کے دیہاتی لہجے کی ٹھنڈک محسوس

کرتی اُن سے دنیاپور کے سکینڈل اور خبر میں سنتی اور لہروں سنتی۔ اگر دس ہیں روز یونہی خالی گذرتے تو وہ خاص طور پر ریشم نائن کو سندیسہ بھیجتی کہ بھیڑ یئے مر گئی ہیں۔ "(2)

شادی کے بعد جب وہ لاہور گئی تو امیر بخش نے اُسے لاہور گھمایا وہ وہاں پر میموں کو موٹر کاروں پر بیٹھا دیکھتی پیچ وتاب کھاتی رہتی کے شہر میں کیسی بے حیائی ہے۔ اُس کے جہیز میں اُس کی ماں نے اُسے ایک سفید مشٹل کاک برقع بھی سلوا کر دیا جو وہ باہر جاتے وقت پہنتی تھی۔ اخیر عمر میں نور بیگم اپنے بیٹے کی اچانک موت کے بعد نابینا ہو چکی تھی اور اپنی ماں نمبر دارنی کے گھر زندگی کے آخری ایام کاٹتی رہی روشن کے علاوہ اُس کی کوئی اولاد نہ تھی اور نہ ہی روشن کی کوئی اولاد تھی۔

زینب بیگم:

نور بیگم کی بڑی اور محمد جہاں نمبر دار کی دوسرے نمبر کی بیٹی۔ زینب بیگم کی ڈولی اُس کے سگے چابخت جہاں نے اُس کے باپ کے صحن سے نہ اٹھنے دی اور اُس کی ماں اُسے تحصیلدار کے گھر لے گئی جہاں سے اُس کی ڈولی رخصت کی گئی۔ زینب بیگم وزیر آباد سے آگے چناب کے کناروں پر رہنے والے متمول جاٹوں میں بیاہی گئی تھی۔ اُس کے سسرال والے پڑھے لکھے لوگ تھے اور اس کا سرا یک درناحکیم تھا۔ اُس کا شوہر واہی بیجی کرنے کے بجائے پٹوار کے محکمے میں ملازم تھا۔

زینب بیگم کی ڈولی اگرچہ اُس کے چاچے نے اپنے باپ کے ویڑے سے نہیں اٹھنے دی تھی لیکن ہزار ہا شکوؤں کے باوجود وہ جب بھی اُس کے گاؤں دنیاپور آتی اُسے کچھ نہ کچھ دے کر جاتی۔ لاہور سے جاتے ہی نور بیگم زینب بیگم کو بھی بلاوا بھیجتی کہ آپا میں آرہی ہوں اور وہ اگلے روز دنیاپور آجاتی۔

> "لاہور سے روانہ ہوتے ہوئے وہ زینب بیگم کو سندیسہ روانہ کر دیتی کہ آپا میں آرہی ہوں اور اگلے روز زینب بیگم ایک گھوڑی پر سوار چناب کے پار پلکھو کے پار وزیر آباد کے راستے اپنے باپ کے ویڑے میں اُتر رہی ہوتی اُس کا حال احوال دریافت کر کے فوراً بخت جہاں چاچے کی طرف چلی جاتی۔ وہ جتنے روز بھی دنیاپور میں ٹھہرتی نہ صرف چاچے بلکہ کنیز فاطمہ اور صاحباں کا کھانا بھی نمبر دار کے چولہے پر پکتا۔"(3)

زینب بی بی اپنے چاچے کے ہزار ہا مظالم کے باوجود اس کسمپرسی کی حالت میں اُس کا حقہ گرم کرتی اور اُسے پیسے بھی دیتی۔ اُس کے کھانے پینے کا انتظام بھی اُسی گھر میں ہی ہوتا۔

ماہلو:

محمد جہاں نمبر دار کی سب سے بڑی بیٹی جہاں خاندان میں یہ روایت تھی کہ ہر پشت میں ایک سونی جنم لیتی تھی اور اس پشت کا حسن ماہلو کے حصے میں آیا تھا۔ ماہلو کا یہ دیدہ زیب حسن ہی اُس کی موت کا باعث بنا اور منوں مٹی تلے دب گئی۔ کوٹ مراد کے چوہدری امام بخش نے جو اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا ماہلو کو دارے میں پینگ جھوٹتے دیکھا تو اُس پر دل و جان سے فریفتہ ہو گیا۔ اگرچہ وہ پہلے سے شادی شدہ تھا اور دو بچوں کا باپ تھا۔ ماہلو کے گھر والوں نے یہ رشتہ ٹھکرا دیا۔ کیونکہ وہ ایک پہلے سے شادی شدہ اور دو بچوں کے باپ سے اپنی بیٹی کا رشتہ نہیں کر سکتے تھے اور دوسری بڑی وجہ کوٹ مراد والوں کا محمد جہاں کے خاندان سے حیثیت میں زیادہ ہونا بھی تھا۔ اس انکار کے بعد ماہل کو ایک خواب آیا جس میں امام بخش عرشوں پر دولہا بنا اُس کا منتظر تھا۔ ماہلو نے ماں کو صبح سویرے سے خواب سنا دیا کہ اس رشتے سے انکار نہ کیا جائے۔

> "جس روز میراثن چوہدری کا رشتہ لے کر آئی تھی۔ اُس کے پورے میں دن بعد جب ماہلو ایک سویر بیدار ہوئی تو صحن میں دودھ اڑھکتی اپنی نمبر دارنی ماں کے گھٹنے سے لگ کر بولی " بے بے.... میری بات غور سے سن۔۔۔ میں نے پچھلی رات خواب میں دیکھا کہ عرشوں پر میرا نکاح چوہدری امام بخش سے ہو گیا ہے تو ہاں کر دے"(4)

ماہلو کا یہ خواب حقیقت تھا یا اُس نے چوہدری امام بخش کو حاصل کرنے کے لیے یہ خواب بنا تھا۔ لیکن اُس کا وجود چار پائی پر بے خبر سوئی ہوئی عرشوں تک ضرور گیا تھا۔ چوہدری امام بخش محمد جہاں کے کہنے پر سادگی سے ماہلو کو بیاہ کر لے گیا۔ یہ شادی اگرچہ نمود و نمائش والی شادی نہ تھی لیکن ہار اور چوہدری امام بخش کے حسن کے چرچے بہت ہوئے اُن کے ملاپ سے گندم کے خوشے بھر گئے سینکڑوں پھول لہلہانے لگے اور بھینسوں کا دودھ زیادہ ہو گیا۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

ماہلو نے بغیر شرمائے اور بغیر بجائے دو تین فرمائش کیں کہ وہ اس شخص سے شرما بجا نہیں سکتی تھی جو اُسے عرشوں پر ودیعت ہو چکا تھا۔

چوہدری امام بخش نے اس سب کے بعد اسے صرف ایک دفعہ وہ ہی جھولا جھوٹنے کی فرمائش کی تھی لیکن اُس نے صاف انکار کر دیا کیونکہ وہ اس لمحے کو دوبارہ ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اُس قدر کرنے والا شوہر نصیب ہو چکا تھا۔ ماہلو اور چوہدری امام بخش کی محبت کو اُس کی سوتن بھی دیکھتی رہی اور اندر ہی اندر حسد کی آگ میں چلتی رہی۔ ایک روز اُس نے ماہلو کے متوقع بچے کی آمد سے ڈر کر اسے زہر دے دیا اور وہ ماگھ کی پہلی جمعرات کو اپنے میکے جانے کے ساتھ اپنی تمام تر ٹومبوں سے بھی آراستہ تھی اور ماہلو کے حسن نے اُس کو مار دیا۔ ماہلو اپنے باپ چوہدری محمد جہاں کی موت کا باعث بھی بنی جو کہ بیٹی کی ازلی جدائی برداشت نہ کر سکا۔

بہشت بی بی:

بہشت بی بی محمد جہاں نمبر دار کی بیوی کا کردار ہے۔ بہشت بی بی ایک مضبوط اور جی دار خاتون ہے۔ جو ڈٹ کر اپنے دیور بخت جہاں کے ظلم و ستم برداشت کرتی ہے اور اُس کے آگے بولنے سے بھی نہیں کتراتی۔ بہشت بی بی فیروز والے کے بٹر جائوں کی بیٹی تھی جو بخت جہاں کی بھابھی بنی۔ بہشت بی بی اپنے شوہر کی وفادار بیوی رہی اُس کے گرم سرد حالات میں اُس کے ساتھ مردانہ وار مقابلہ کیا۔ بہشت بی بی کے گھر جب اُس کا دیور بخت جہاں اُس کے بیٹے کی شکایت لے کر آیا تو اُس کے بعد اُس کی جہاندیدہ نظر یہ بھانپ گئی کہ بخت جہاں اُس کے بیٹے عزیز جہاں کا دشمن ہو چلا ہے۔ اُسی وقت وہ اپنے بیٹے کے لیے سانپوں کی بستی میں گئی اور سر وسانی کو اپنے بیٹے کا محافظ بنا کر شہر بھیج دیا۔ شہر میں جب عزیز جہاں نے اپنی بہن نور بیگم کے رشتے کے لیے امیر بخش سے بات کی تو وہ راضی ہو گیا۔ امیر بخش کسی حادثے کی وجہ سے وقت سے پہلے اپنا سر سفید کر چکا تھا۔ جب بارات لیکر بہشت بی بی کے صحن میں داخل ہوا تو اُس نے ڈولی رخصت کرنے سے انکار کر دیا۔

بہشت بی بی کسی صورت بھی اپنی بیٹی کے ساتھ کوئی ظلم نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔ لیکن جب حقیقت سامنے آئی تو اس کا دل موم ہو گیا۔ اپنے بیٹے عزیز جہاں کی شادی کے وقت بھی وہ برہم رہی کہ اُس کا بیٹا ایک کم ذات لڑکی کو اس کی بہو بنا لایا ہے۔ بہشت بی بی نمبر دارنی کو ایک جلدی بیماری لاحق ہو گئی تھی۔ وہ سر وسانی سے جونکیں لگوا کر فاسد خون نکلواتی تھی ایک دن وہ جونکیں اُس کا زیادہ ہی خون چوس گئیں اور یہ ہی اُس کی موت کا باعث بنیں۔

امرت کور:

امرت کور سکھ سردار لہناں سنگھ کی بیوی تھی۔ بخت جہاں اور امرت کور دونوں کا ایک دوسرے پر دل آ گیا اور امرت کور نے دونوں بیٹوں گوبند اور نونہال سمیت لہناں سنگھ کا گھر چھوڑ دیا۔ وہ مسلمان ہو کر بخت جہاں کے عقد میں آ گئی۔ بخت جہاں سے شادی کی غرض سے مسلمان ہو کر اُس نے اپنا نام کنیز فاطمہ رکھ لیا۔ امرت کور نے صرف بخت جہاں کی خاطر مذہب بدلا اُسے اسلام سے کوئی خاص لگاؤ نہ تھا۔

> "کنیز فاطمہ نے تو محض عشق کی خاطر رسمی طور پر مذہب بدلا تھا، بخت جہاں اگر ہندو ہوتا تو وہ رام نام جپنے لگتی، اُسے اس مذہب سے بھلا کیا لگاؤ ہو سکتا تھا جس کی الف بے سے اُس کا خاوند بھی واقف نہ تھا کہ اس واقفیت کی اُسے کبھی کچھ حاجت ہی نہ ہوئی تھی۔ اس کے باوجود وہ بنیادی طور پر ایک مذہبی عورت تھی، لہناں سنگھ کے گھر میں تھی تب بھی وہ باقاعدگی سے گرنتھ صاحب کو متھا ٹیکنے والی گوروبانی الاپنے والی عورت تھی۔ اُس کی یہ خصلت بدلی نہ تھی وہ اب بھی باقاعدگی سے نماز پڑھنے اور متھا ٹیکنے کی کوشش کرتی۔ رمضان کے مہینے میں پورے روزے رکھتی"(5)

امرت کور نے محض اپنے عشق کی خاطر مذہب بدلا اور انسان جب تکلیف میں ہوتا ہے تو وہ اپنے اسی رب کو یاد کرتا ہے۔ صاحباں کی پیدائش کے دوران اگرچہ وہ مسلمان ہو چکی تھی لیکن اُس وقت اللہ کو یاد کرنے کی بجائے واہے گورو کا راگ ہی اپنے لگی۔ امرت کور نے صاحباں ایک معذور بچی صاحباں کو جنم دیا جو کہ شاید بخت جہاں کے گناہوں کا بوجھ تھا۔ صاحباں کا خیال امرت کور ہمہ وقت رکھتی۔ اُس کی غلاظت صاف کرنا اور اس کے تمام پاک پلید کام کرنا امرت کور کی ہی ذمہ داری تھی۔ وہ اپنی معذور بیٹی کا ہمہ وقت خیال رکھتی اور گراموفون پر وہ جو ریکارڈ سنتی اُس کی سوئیاں اُس کی ماں کبھی بھی کم نہ پڑنے دیتی۔ امرت کور نے اپنے شوہر بخت جہاں کے زوال کی بو سونگھتے ہوئے اپنے دونوں سکھ بیٹے جو مسلمان ہو کر فتح محمد اور غلام لیے کچھ کما کر لائیں۔ اُن میں سے ایک ڈکیت بن گیا اور ایک فوج میں محمد ہو چکے تھے اپنے سے دور کر دیئے آثارات کے پہر ماں کو زیور سے لاد جاتا اور امرت کور یعنی کنیز فاطمہ ملازم ہو گیا۔ امرت کور کا ڈکیت بیٹا جب بھی کی قبر کے سرہانے دفنا دیئے۔ ایک روز وہ جب یہ زیور نکالنے کے لیے نے شوہر کے

ہتھیانے کے ڈر سے وہ زیور محمد جو قبر کھودنے گئی تو کسی نے اس کو دیکھ کر گاؤں بھر میں اس کے سودائن ہونے کی منادی کر دی۔ شوہر کی بے انتہا مار پیٹ کے باوجود اس نے اصل بات کبھی بھی اپنے شوہر کو نہ بتائی کہ وہ کیوں وہاں قبر کھودنے گئی تھی۔ اپنے ڈکیت بیٹے کے مر جانے کے بعد وہ اپنے فوجی بیٹے کی یاد میں تڑپتی رہی وہ دماغی طور پر اُس کے بھی مرنے کو قبول نہ کر سکی جو سقوط ڈھاکہ کے دوران مر گیا۔ وہ اُس کی یاد میں روز ہی گڑ والے چاول اور ساگ ہنڈیا پر چڑھا کر رکھ دیتی۔ ایک دفعہ اُس کا سوتیلا بیٹا آیا تو اُس کو بھی اُس نے اپنا بیٹا سمجھ کر وہ پکوان کھلائے اور پھر اُس سوتیلے بیٹے کا فرزند بخت جہاں جو بہو اپنے دادا بخت جہاں کی صورت تھا اُسے دیکھ کر پاگل پن میں ہی مر گئی۔

بھاگ بھری:

بھاگ بھری بخت جہاں کی امرت کور سے پہلی بیوی کا نام تھا۔ بھاگ بھری جنگ کے کھاتے پیتے جاٹوں کی بیٹی تھی جو کہ بخت جہاں سے بیاہی گئی۔ بخت جہاں نے جب ایک سکھ عورت کو لا کر بھاگ بھری کی سوکن بنا دیا تو وہ اُسی وقت اپنی دو بیٹیوں اور ایک بیٹے اکبر جہاں کو لے کر اس گھر سے نکل گئی۔ بخت جہاں کے گھر سے نکلنے کے بعد اُس نے منڈی یزمان میں محنت کے سر پر ایک ویرانہ آباد کر لیا اور بچوں کے ساتھ گزر بسر کرنے لگی۔

چھیمو کوٹھے ٹپنی:

چھیمو کوٹھے ٹپنی ایک آوارہ مزاج عورت کا کردار ہے۔ جو کسی تیلیوں کے لڑکے سے ملنے کے لیے جاتی ہے اور راستے میں بخت جہاں سے اُس کی ملاقات ہو جاتی ہے۔ بخت جہاں اور چھیمو کوٹھے ٹپنی کی یہ ملاقات شادی پر منتج ہو جاتی ہے۔ کچھ عرصہ ازدواجی رفاقت میں رہنے کے بعد چھیمو موچیوں کے کسی لڑکے کے ساتھ بھاگ کر بخت جہاں کی بے عزتی کا باعث بنتی ہے۔

رابعہ بی بی:

رابعہ بی بی چوہدری محکم دین کی بیوی اور چوہدری امیر بخش کی والدہ کا کردار ہے۔ ایک مضبوط اعصاب کی عورت ہے جس کا بھائی شیخوپورہ میں علی گڑھ سے پڑھ کر وکالت کرتا ہے اور دوسرا بھائی سکول کے محکمے میں انسپکٹر ہے۔ اپنے میکے کے پڑھے لکھے ماحول سے متاثر ہو کر اپنے بیٹے امیر بخش کو میٹرک تک تعلیم دلوائی۔ رابعہ بی بی اپنے بچوں سے اور شوہر سے والہانہ انداز میں پیار کرنے والی عورت ہے۔ نوکری کے لیے جب اُس کا بیٹا تحصیلدار سے پٹ کر واپس آیا تو ماں نے اُس کے جسم پر چلنے والے کتوں کے نشان فوراً بھانپ لیے جنہوں نے اُس کے بیٹے کا سر عین نوجوانی میں سفید کر دیا تھا۔ امیر بخش نے جب نور بیگم کے لیے اپنی ماں سے بات کی تو وہ اپنے بیٹے کی خوشی کی خاطر مان گئی اور بہو کا والہانہ استقبال کیا۔

> "اور وہ ہاتھ جو ڈولی کے اندر سیارے میں آیا تھا اور اُسے تھام کر وہ باہر آئی تھی ایک ایسی عورت کا
> تھا جو پہلی نظر میں اُسے اپنی ماں دکھائی دی۔۔۔۔
> اُس نئی ماں نے اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹا، اُس کا ماتھا چوما اور رونے لگی۔۔۔۔"(6)

رابعہ بیگم ہمیشہ اپنی بہو کے لیے ایک پر مسرت چہرے والی دوسری ماں ہی ثابت ہوئی۔ اپنے شوہر سے والہانہ عقیدت رابعہ بی بی کو اُس سے دائمی جدائی برداشت کرنے کا حوصلہ نہ دے سکی اور ایک روز وہ جب اپنے شوہر کا پُرسہ دینے کے لیے آنے والے لوگوں کا کھانا تیار کر رہی تھی تو تندور پر روٹیاں لگاتے وہ بھی دائمی سفر پر روانہ ہو گئی.

سریندر کور:

سریندر کور سوہن کی ماں کا کردار ہے۔ ایک سردارنی جو کہ اپنی اولاد سے محبت کرتی ہے اور کسی صورت اُس کی جدائی برداشت نہیں کر سکتی اور اُس کی آنکھیں تو شاید بنائی اس لے گئی ہیں کہ ان میں اس کے بیٹے سوہن سنگھ کی تصویر ہر وقت موجود رہے۔

> سوہن سنگھ کے شہر چلے جانے کے بعد وہ اکثر بہانے سے اُسے بلا لیتی کہ اس کے بیٹے کی تصویر ہر دم اُس کے سامنے رہے، اور بہانہ بناتی کہ وہ مرنے والی ہے
> اپنے بیٹے سے والہانہ عقیدت ہی اُسے جھوٹ بولنے پر مجبور کرتی تھی کہ وہ اپنے بیٹے سے ملاپ کرے اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا سکے۔

صغری:

مولوی نور دین کی بیٹی جو کہ کوٹ ستارہ کے پیش امام تھے۔انہوں نے سکھوں کے ایک لڑکے کو مسلمان کیا اُس کی پرورش کی اور بعد میں صغری کو اس شخص سے بیاہ دیا۔فسادات کے زمانے میں صغری نے اپنے باپ اور شوہر کو باہر جانے سے روکا لیکن وہ دونوں کے گناہ سکھوں کو بچانے کی خاطر چھوٹی پکڑ کر نکل گئے اور اُن دونوں کو شہید کر دیا گیا۔اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے ہاتھوں۔

حیات بی بی :

حیات بی بی کوٹ مراد کے چوہدری امام بخش کی پہلی بیوی تھی۔جو عمر میں چوہدری سے بڑی تھی۔

"وہ ابھی سولہ برس کا نہ ہوا تھا جب اُس کی ماں نے اپنی سگی بھتیجی حیات بی بی کے ساتھ اسے بیاہ دیا تھا تا کہ ان زمینوں میں اُس کے میکے والے بھی شریک ہو جائیں۔وہ اُس کی ماں کی سگی بھتیجی اُس سے پورے سات برس بڑی تھی مشکل صورت میں بھی ایسی تھی کہ امام بخش کے برابر میں سجتی نہ تھی۔" (7)

اس کمی کے باعث حیات بی بی اپنے تین بچوں سے بڑھ کر امام بخش کا خیال رکھتی اور اُس پر واری صدقے ہوتی جاتی اور جب ماہلو سے چوہدری امام بخش نے نکاح کر لیا تو اُس نے حسد کی آگ میں جلتے ہوئے ماہلو کو زہر دے دیا یہ زہر ماہلو کی موت کا باعث بنا۔

صغراں کمہارن:

صغراں کمہارن ایک خوبصورت کوزہ گرنی تھی جو جوہڑ میں نہا کر اپنے بالوں کو کمیوں سے سجاتی تھی۔بلبیر سنگھ نے بخت جہاں سے شرط لگائی کہ اگر وہ صغراں کمہارن کے بالوں سے کمیوں کے پھول اُتار لائے تو وہ اُسے اپنی مشہور زمانہ گھوڑی عطا کر دے گا۔اور بخت جہاں واقعتاً صغراں کمہارن کے ساتھ رفاقت دکھا کر وہ گھوڑی جیت چکا تھا۔بخت جہاں اُس کی زلفوں کا اسیر ہو چکا تھا لیکن صغراں کمہارن نے اُس کے نکاح میں آنے کی بجائے پیر کوٹ کے ایک ادھیڑ عمر کے جولاہے سے شادی کر لی۔

"جہانیاں تو نے مجھ پر جو ستم ڈھایا ہے۔میرے کوزے کو برباد کر دیا تو میرے لیے نہیں ایک گھوڑی کے لالچ میں کیا جاتو اس گھوڑی سے بیاہ کر لے۔"(8)

صغراں کمہارن نے اپنی بے وقعتی برداشت نہ کی اور وہ بخت جہاں کی وجاہت اور امارت کے باوجود اُس کی بیوی نہ بنی۔

دلاری بائی:

ایک خوبصورت طوائف جس کے پیر اتنے خوبصورت تھے کہ صرف پیر دیکھنے کی خاطر دنیا بے کل ہوتی تھی۔ڈلاری بائی کا مجرا اُس وقت کروایا جب اُس کی بیوی امرت کور صاحباں کی تخلیق کے مراحل سے گزر رہی تھی۔دلاری بائی ایک نامور طوائف تھی ۔اس صحن میں آکر دلاری بائی کی تمام رونقیں اور شکل وصورت ماند پڑ گئی کیونکہ بخت جہاں اُس سے زیادہ وجاہت کا حامل تھا۔ڈلاری بائی نے لکھنو کے قریب رہنے والی ایک عورت سے خاص طور پر اپنے پاؤں کو مل کروانے کے لیے تراکیب سیکھیں تھیں۔یہ عورت لکھنو کے لوگوں کو خوبصورت پاؤں والی عورتیں مہیا کرتی تھی۔ڈلاری بائی اُس کے پاؤں پڑ گئی اور راتوں رات ایک دیوی بن گئی۔ ایسے دلاری بائی نے دنیاپور کے آسمان پر دیکھتے ہوئے" رات ہنیری بدل وسدا، نظر نہ آوے لنڈا پار د' گائی اور بخت جہاں کے سجائے ہوئے مجرے کو اختتام پذیر کر دیا۔ہر طرف سے شاباش! شاباش! کے نعرے بلند ہوئے۔ہر طرف لوگ ہی لوگ تھے اور ہر کوئی اس کی طرف داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔

اس کے بعد بخت جہاں کے لیے اُس نے اپنے مہندی رنگے پاؤں جنسی بے تابی سے ایک دوسرے کے ساتھ رگڑے اور اُسے اپنے لیے رام کر لیا۔بخت جہاں نے محسوس کیا کہ ڈلاری بائی اس حد تک ماحول کو زیر کر چکی ہے کہ اُس کو تنگ کرنے والے ہونے بھی اس وقت دلاری بائی کے گرد ناچ رہے ہیں۔وہ اپنی بیوی سے بے خبر دلاری کے سحر میں مبتلا ہو گیا۔بیوی نے تخلیق کے نازک مرحلے سے گزرتی ہوئی ایک معذور بچی کو جنم دیا۔

صاحباں:

صاحباں بخت جہاں اور امرت کور کی معذور بچی جو پیدائشی طور پر ہی معذور تھی۔ لیکن اُس کا چہرہ ہر عہد کی ماہلو کی طرف انتہائی حسین تھا جس کے ماتھے پر نیک نصیب نہیں لکھا ہوتا۔ وہ چہرے کے لحاظ سے ایک سوسنی تھی جس پر قصے اور قصیدے لکھے جا سکتے تھے۔ لیکن اس کا جسم تڑامرا اور انتہائی بدوضع تھا۔

صاحباں اُس وقت پیدا ہوئی جب اُس کا باپ باہر مجرے میں مگن ایک طوائف کے حسن پر فریفتہ ہوا جا رہا تھا صاحباں کا یہ حال دراصل اُس کے باپ کے گناہوں کا بوجھ ہی تھا۔

صاحباں ایک غیر معمولی ذہن کی بچی تھی اُس کی کیفیات بھی غیر معمولی تھیں وہ صرف دو برس کی عمر میں ہی بولنے لگی تھی اور خود اُس کے باپ نے اُسے بولتے ہوئے سنا تھا۔

صاحباں کو اُس کی ماں نے قرآن پڑھانے کے لیے مجبور کیا۔ کیونکہ جب صاحباں چھ برس کی ہو کر ماں سے ایسے سوال پوچھنے لگی جس کا جواب امرت کور کے پاس اُن کے جواب نہ تھے۔ حافظ صاحب جو بھی آیت اُسے پڑھاتے وہ اُسے زبانی یاد ہو جاتی چاہے اُس کے بدن میں ہر وقت درد ورہتا اور وہ دکھوں کی ماری تھی۔

ناہلو شیخنی:

ناہلو شیخنی اچھو شیخ کی ماں ہے۔ اچھو شیخ ہر بار کوڑے کے ڈیر سے اپنے لیے شیشہ تلاش کرتا اور اپنا گلا کاٹنا شروع کر دیا۔ تاہو ہر وقت اُس پر واری صدقے جاتی اور اس کی احتیاط کرتی۔

عائشہ:

کوٹ ستارہ کے امام کی نواسی صغری اور عبداللہ کی بیٹی جو کہ چوہدری امیر بخش کے بیٹے روشن کی بیوی ہے۔ ایک بااخلاق اور سا بھی ہوئی لڑکی ہے جو کہ اپنے سر کا خیال بالکل بھی اپنے باپ کی طرح رکھتی ہے۔

پشپا:

پشپا ایک بھٹے پر کام کرنے کے لیے خریدی گئی ایک چنگڑی لگتی تھی۔ پیشپا پچھلی زندگی کے بارے میں کچھ نہیں جانتی کہ وہ کہاں سے آئی اور اس سے پہلے اُس کی کوئی اولاد بھی تھی یا نہیں لیکن محمد جہاں نمبردار کے بیٹے نے اپنی ماں کی ناراضگی کے باوجود اس سے شادی کی۔ عزیز جہاں سے پیشپا کی کوئی اولاد ی تھی۔ میں روپے میں بکنے والی یہ سانسی نسل کی عورت محمد جہاں نمبردار کی بہو بن گئی۔

پشپا اولاد کے بغیر بھی عزیز جہاں کے ساتھ خوشی سے زندگی بسر کرتی رہی کیونکہ وہ ایک صابر شاکر کوہلو کا بیل تھی۔

سوہنی سانسن:

سوہنی سانسن ایک سانسی نسل کی عورت تھی جو کہ ایک خاوند پر اکتفا نہیں کرتیں لیکن سروسانی کے ساتھ لاہور آنے کے بعد اس کا شوہر صرف سروسانسی ہی رہا۔ وہ موتی اور موجو کی ماں تھی۔ جو بیٹوں سمیت اپنے شوہر سے کھینچ کر ادھ پکانے والا کھا گئی۔ وہ ایک مردار کھانے والی نسل سے تھی۔ سونی خرچہ لینے کے باوجود ایک دن دونوں بیٹے لے کر لاہور سروسانسی کے سر پر سوار ہوگی۔ اگرچہ اُس کی شادی سرو کی مرضی کے مطابق نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ ایک کوٹھے چینی تھی۔

اجیت کور:

سوہن سنگھ کی بہن کا کردار ہے۔ اجیت کور اپنے حسن کو دیکھنے کے لیے ہر وقت گردوارے کے کنویں میں اپنا مکس دیکھتی۔ امیر بخش اپنی اس منہ بولی بہن کو ہمیشہ کنویں میں دیکھنے سے باز کرتا کہ اُس کی شکل کنویں کے پانی میں ڈوب جاتی ہے۔

"رات گھنی اور نابینائی میں ٹھوکریں کھاتی تھی اور پانیوں کے سراب آئینے میں اُس کی شکل جھلملاتی تھی، کانوں کی بالیاں بھی لشکتی تھیں اور ان کے درمیان اُس کا چہرہ ایسے ڈولتا تھا جیسے چناب کے تیز دھار پانیوں پر کوئی خوش شکل تاؤ ڈولتی ہے۔ وہ کنویں میں جھانکنے سے باز نہیں آتی تھی ۔"(9)

ہرنام سنگھ کی اس اکلوتی بیٹی کی قسمت میں شاید اپنی من موہنی شکل سمیت کنویں میں گر کر مر جانا ہی لکھا تھا۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات کے دوران اجیت سنگھ آگ لگنے سے کنویں میں کود کر مر گئی اور اُس کی زندہ سانس لیتی شکل ہمیشہ کے لیے پانی میں ڈوب کر مردہ ہو گئی۔ اس وقت اُس کا منہ بولا بھائی امیر بخش بھی اُسے نہ بچا سکا۔ امیر بخش شاید اُس کی پانی میں ڈوبتی ہوئی شکل دیکھ کر خوفزدہ ہوتا تھا کہ یہ کہیں ہمیشہ کے لیے ڈوب نہ جائے۔ امیر بخش کا یہ خدشہ سچ ثابت ہوا اور وہ ڈوب گئی۔

مہنداں ڈیرے دارنی:

خوشی محمد گوندل جو کہ تقسیم سے پہلے ایک تھانیدار تھا اُس کی بیوی مہنداں بی بی ڈیرے والی، ایک مکمل طور پر ڈیرے دار عورتوں والا کردار ہے جس میں شہر کر بھی تبدیلی رونما ہیں ہوئی اور وہ اپنے اس تہ بند اور بیت میض میں ملبوس اپنے تھانیدار شوہر کے ساتھ زندگی گزارتی ہے وہ شکل سے ایک نیم وحشی عورت دکھائی دیتی ہے۔

زینب خاتون:

مولوی نور دین کی بڑی بیٹی جو کہ ایک سکھ سردار سر بجیت سنگھ کے عشق میں گرفتار ہو چکی تھی۔ باپردہ خاتون ہونے کے باوجود اس کا معاشقہ سر بجیت سنگھ کے ساتھ چلا جس نے سر بجیت سنگھ کو ہوش و حواس سے عاری کر دیا۔

لارا:

پروفیسر منظور نظر کی غیر ملکی بیوی جو کہ اپنے شوہر کے کاروبار میں اس کا ہاتھ بٹاتی اور اپنے بچے کو سنبھالنے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتی۔ مغربی ہونے کے باوجود مشرق کے طور طریقوں سے آشنا ایک مہمان نواز کردار ہے۔ اپنے شوہر سے انتہائی پیار سے پیش آتی ہے اور اُس کے بے جا غصے میں آنے کی وجہ سے اُس کو آرام دہ کرنے میں بھی معاون ثابت ہوتی ہے۔ ٦ لارا اپنے شوہر کی اندرونی اور بیرونی کیفیات سے واقف اُس کی دلجوئی کرنے الی ایک نرم دل عورت کا کردار ہے۔

جولیا جوائے:

ایک امریکی لڑکی جو کہ بدن فروشی کا کاروبار اپنے خواب پورے کرنے کے لیے کرتی ہے۔ اپنی ساتھی مریم حبیب کے ساتھ اُس کا رہن سہن ایسا ہے جیسے کہ وہ دونوں لزبین ہوں۔ انعام اللہ کے ساتھ اُس کی ملاقات ایک شراب خانے میں ہیمنگ وے کی پوٹریٹ کے سامنے ہوئی۔ یہیں پر جولیا نے انعام اللہ میں قربت محسوس کی اور اُسے وہ اپنے باقی تمام گروپ کے افراد سے زیادہ پر کشش محسوس ہوا۔ جولیا کہ اندر ایک خاص کشش خود بھی موجود تھی جو کسی کو بھی اپنی طرف راغب کر سکتی ہے۔ جولیا جوائے ایک ایسی سکول گرل لگتی تھی جو کسی ڈرامے میں ایک بالغ عورت کا کردار ادا کر رہی تھی سیکسی لگنے کے لیے لب سکیڑتی تھی۔ نخرے دکھاتی تھی پر یہ سب کچھ جعلی سا لگتا تھا۔ وہ بمشکل چوبیں پچیس سال کی تھی پر اُس کے روز و شب کی کھینچا تانی نے اُسے ایک ایسی عورت میں بدل دیا تھا جو آگے ہو کر جھکتی تھی تو سب کچھ دودھیا ہو جاتا تھا۔ کے لیے جولیا جوائے ایک ہم جنس پرست کا کردار ہے۔ جو سب کے سامنے بے باک اس بات کا اظہار کرنے سے بھی نہیں گھبراتی۔ مجلی کے شراب خانے میں بیٹھی بھی وہ ان حرکات کو معیوب نہیں سمجھتی تھی۔ اور مردوں کے ساتھ جسمانی تعلقات بھی کوئی انہونا کام نہیں۔ وہ صرف مرد کی جنسی ضروریات پوری کرنے کے لیے اپنے آپ کو وقف کر چکی ہے تا کہ وہ کسی گاؤں میں کاؤ بوائے ہیٹ پہن کر گھڑ سواری سے لطف اندوز ہو سکے۔

مقدس بانو:

ایک بنگالی عورت ناول کا ایک اہم کردار شباہت سانسی کی ماں جو کہ موتی سانسی سے شادی صرف اس لیے کرتی ہے کہ اسے گناہوں کی دلدل سے آزادی مل سکے۔ دیار غیر میں موتی سانسی نے سہولت کے لیے میں سانسی نام رکھ لیا۔ مقدس بانو ایک مسلمان مولوی کی بیٹی تھی جس کی عزت سقوط ڈھاکہ کہ دوران تار تار کی گئی۔ اُس نے صرف اپنی ذات کی حفاظت اور ایک گھر کی خاطر ایک پاکستانی سے شادی کر لی لیکن جب اسے احساس ہوا کہ یہ شخص مسلمان ہی نہیں تو اُس نے علیحدگی اختیار کر لی۔ موتی سانسی سے پیدا ہونے والی اپنی بیٹی شباہت کی پرورش اس نے عین اسلامی طریقوں سے کی۔ مقدس بانو بنگالی حسن کا ایک نمونہ تھی۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

"قدرے سیاہ رنگت کی صورت بدن کی بناوٹ سے انداز ولگانا مشکل تھا کہ دو کتنے برس کی ہے۔ دھان پان اور کمر میں ایک لچک۔۔"(10)

مقدس بانو کیلگری کے اداس شہر میں تنہائی کا شکار بڑھاپا گزارتی رہی۔ جہاں وہ شباہت کی منتظر رہتی۔ اُسے مغربی شہروں میں موجود بوڑھوں کو ملنے والی تمام مراعات حاصل تھیں۔ لیکن ایک گھر کا سکون میسر نہ تھا۔

وانگ لی سوئی:

بخت جہاں اور بھاگ بھری کے بیٹے اکبر جہاں کی پہلی چینی بیوی کا نام وانگ لی سوئی تھا۔ اُن دونوں کی ملاقات مانٹریال میں ہوئی اور دونوں نے نکاح کر لیا۔

"ان مشقت کے جانور زمانوں میں اُس کی واقعیت وانگ لی سوئی سے ہوئی تھی جو ایک نہایت مؤدب اور کسی بھی کشش سے عاری ایک چینی لڑکی تھی۔ جو دبی دبی یالا چار کبھی واچی فرانسیسی اور اٹکتی انگریزی میں بھٹکتی زیر زمین ریلوے کے پلیٹ فارموں پر جھاڑو لگاتی تھی وہ تو جیسے اس پیشکش کی منتظر تھی۔ رجسٹرار کے آفس میں دو بول پڑھوا کر مقامی رواج کے مطابق اُس کی منکوحہ ہو کر سر جھکائے اُس کے ساتھ چل دی۔"(11)

وانگ لی سوئی نے اپنے شوہر کا بھرپور ساتھ دیا۔ اُس کے بطن سے ایک بیٹا رچرڈ جہاں پیدا ہوا۔ لیکن اس تخلیق کے کچھ عرصہ بعد وہ آبائی چینی مرض میں مبتلا ہو کر اس دنیا سے چلی گئی۔ کینیڈا کے جہاں آباد کے پہلے قبرستان میں اُس کی قبر پہلی تھی۔

نشاط خاتون:

اکبر جہاں کی دوسری بیوی جس نے اوائل میں اپنے ماضی کے متعلق کوئی بھی خبر اپنے شوہر کو نہ دی اور اکبر جہاں سے اس کے دو بچے بخت جہاں اور سیرت جہاں تولد ہوئے۔ اُس کا بدن اور اُس کی آنکھیں ہر وقت اداس اور کسی چیز کی متلاشی رہتی تھیں۔

"وہ بھی نہ جان سکا کہ وہ کہاں سے آئی تھ۔۔۔اور وہ کہاں سے آئی تھی ۔۔۔اور یہ بھی نہ جان سکا کہ وہ ایک روز یکافت کہاں چلی گئی ۔۔۔وہ بھی ایک موسم سرما کی شدت کے سرد عذاب نہ سہہ سکی۔۔ رات بھر اس کا بدن بخار سے بھر کتا رہا۔ وہ اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھتا تو وہ جل جاتا تپش اتنی تھی کہ یونوں پر چھالے ابھرنے لگتے، ہذیان میں بڑبڑاتی رہی میرا بیٹا جوان ہو گیا۔۔۔ ہو

گا ۔۔۔ بخت جہاں کا بھائی ۔۔ جوان ہو گیا ہو گا۔

سویر ہوئی تو وہ نیلی پڑ چکی تھی اور اُس کی بڑی بڑی آنکھیں کھلی تھیں ۔"(12)

تدفین کے بعد بھی اُس کی کھلی آنکھیں متلاشی نظروں سے اکبر جہاں کے سامنے رہیں جیسے وہ مٹی میں روپوش ہی نہیں رہیں۔ وہ اپنی سوتن کے پہلو میں سپرد خاک ہو گئی۔

اینجلا پورٹر:

رچرڈ جہاں، بخت جہاں، سیرت جہاں کی پرورش کرنے والی ایک انگریز عورت جو اپنا ماضی بھولنا چاہتی تھی۔

"ان کے لیے حال ہی میں ایک ترک وطن کرنے والی انگریز خاتون اینجلا پورٹر میسر آگئی جو بخوشی انہیں سنبھالنے کے لیے ان ویرانوں میں چلی آئی وہ بھی اپنی پچھلی حیات سے فرار ہو کر بہت کچھ بھولنا چاہتی تھی۔"(13)

جہاں آباد ایک جنگل بیابان علاقہ تھا اور اپنے حواس پر طاری ماضی کو بھلانے کے لیے اس سے اچھی جگہ اور کوئی نہیں تھی۔ اسی لیے اینجلا کو یہ جگہ بھا گئی۔

پرکاش کور:

میٹ سانسی یعنی موتی سانسی کی دیکھ بھال کرنے والی ایک سکھ عورت کا کردار ہے۔ موتی سانسی کے بار بار غائب ہونے کی صورت میں ڈاکٹروں سے اُس کی سرزنش کی جاتی۔ موتی سانسی کی وفات کے وقت اُس نے بے بہا آنسو بہائے اور اپنی محلفات پر خود کو کوئی بھی رہی۔ اگرچہ وہ اس کے لیے بھی بھی غافل نہ ہوئی تھی۔ جوہڑ کے کنارے وہ ہر وقت اُس کے لیے محتاط رہتی اور اسے واپس لے آتی۔

چینی:

ایک امریکی نیوز کاسٹر جو ۹/۱۱ کے حملے کے بعد مسلمانوں اور اُسامہ بن لادن کے خلاف زہر اگلنے پر مامور تھی۔

سیرت:

اکبر جہاں اور نشاط خاتون کی اکلوتی بیٹی جو شباہت سانسی کی سہیلی تھی ایک ڈھولچی کے عشق میں مبتلا ہو گئی جو کہ سکھ مذہب سے تعلق رکھتا تھا اُس کا باپ اکبر جہاں اس شادی کے خلاف تھا۔ سیرت نے اُس کے باپ اور سکھوں کا نسلی حوالہ بھی دیا لیکن وہ
کسی صورت قائل نہ ہوا۔ کہ وہ ایک غیر مسلم سے اپنی بیٹی کی شادی کر دے۔

سیرت جہاں کے والد کو نہ تو اس شادی کے لیے راضی ہونا تھا اور نہ ہی وہ ہوا۔ باپ سے محبت اور اُس کی عزت کے خاطر سیرت یہ شادی اُس سے اجازت لے کر کرنا چاہتی تھی۔ لیکن جب باپ نہ مانا تو اُس نے خود ہی اُس ڈھولچی سے شادی کر لی۔

شائزہ:

شائزہ ایک فلسطینی لڑکی کا کردار ہے۔ شباہت سانسی کی دوست ہے۔ شائزہ کے والدین اس وقت اسرائیلی بمباری کا شکار ہوئے جب وہ اپنی شادی کی سالگرہ زیتون کے باغ میں منا رہے تھے وہ اُسی وقت شہید ہو گئے۔ شائزے اگرچہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ اور شباہت کے ساتھ ویک اینڈ پر کسی شراب خانے میں جا کر اودھم ضرور مچاتی تھی لیکن اس کے باوجود وہ ایک مسلمان تھی اور اس کے اندر اسلامی اقدار بہر طور موجود تھیں۔ شباہت کی طرف سے اپنی شادی کو ایک مسلم ویڈنگ قرار دیتے ہوئے شائزہ کو بے پناہ خوشی محسوس ہوئی۔

شباہت سانسی:

مقدس بانو اور موتی سانسی (میٹ سانسی) کی اکلوتی اولاد شباہت سانسی ناول میں موجود ایک طویل حالات کے درمیان چلتا ہوا کردار ہے۔ شباہت سانسی سروسانی کی پوتی ہے۔ جو یار غیر میں رہتے ہوئے اگرچہ عقیدہ مسلم رکھتی ہے۔ لیکن اُس کے اندر ایک نمایاں سانسی پن ہے۔

> "شباہت کے سامنے کیمرہ نہ تھا واش روم کا قد آدم آئینہ تھا جس میں ایک بلیک اینڈ وہائٹ نہیں قدرتی رنگوں والی ایک زندہ تصویر تھی جو ہو بہو اسی قدیم سانسی عورت کی تھی۔ جو ڈیڑھ سو برس پیشتر کی ترتیب شدہ ہندوستان کی معدوم ہوتی قدیم نسلوں کی انسائیکلوپیڈیا کے آٹھویں باب کے آغاز میں چھپی تھی۔ ناک ذرا پھیلاؤ میں، ہونٹ موٹے جیسے سوجے ہوئے ہوں۔ چھاتیاں بہت نمایاں نہیں بدن کے ساتھ پیوست، کاٹھی مضبوط، کولہے کے ہوئے، ٹانگیں لائی اور برہنہ حالت میں صرف ایک فرق تھا اُس کے بازو پر کاندھے کے قریب ایک لمبوترا سخرہ سا ہاتھی اور اس کی ناف تلے بھی ایک اور مختصر کی گندھی ہوئی شبی تھی پر کیسی انہونی بات تھی کہ اس ہاتھی کا رنگ سیاہی مائل نہ تھا مہندی کے رنگ کا تھا۔"(14)

شباہت کی ماں بنگالی تھی شباہت کے حسن میں اگرچہ بنگالی پن تھا لیکن اُس کے باپ سیاہ اور بالکل سیدھے کندھوں تک تھے۔ شباہت کی شکل انگریز صاحب بہادر کی کھینچی ہوئی تصویر سے ملتی تھی۔ سوائے اُن دو ہاتھیوں کے جو اُس نے جسم پر خود گندوائے تھے وہ تصویر شباہت کی پردادی یعنی اُس کے دادا سروسانسی کی دادی کی تھی جب شباہت پاکستان میں اپنے دادا سے ملنے گئی تو سروسانسی کو وہ اپنی دادی کی ہی صورت نظر آئی۔

بخت جہاں کے سگے پوتے بخت جہاں نے جب اُسے شادی کے لیے پیشکش کی تو وہ ایک کشمکش کا شکار تھی ماں کے سمجھانے پر اور بخت جہاں کی بے پناہ محبت دیکھ کر وہ اس شادی پر آمادہ ہو گئی۔ لیکن بخت جہاں کی فرمائش کے باوجود وہ ایک اور نیٹیل برائیڈ نہ بن سکی اور اپنے دولہا کی طرف سے آئی ہوئی مہندی اُس نے ناف کے نیچے گندھے ہوئے ہاتھیوں پر مل دی اور اسے حنائی کر دیا۔

شباہت ایک بینکر تھی اُسے زیادہ تیار ہونے کی نہ تو عادت تھی اور نہ ہی وہ اُس کو پسند کرتی تھی۔ وہ اپنے قدرے پھیلے اور سوجے ہوئے ہونٹوں پر ایک موہوم کی لپ اسٹک لگا لیتی۔ وہ ہر وقت گھوڑوں کے سموں جیسے جا گرز میں ملبوس ہوتی اور اپنی شادی کے دن کیلگری کے اسلامک سینٹر میں عروسی جوڑے کے نیچے وہ ہی جا گرز پہن کر چل دی۔ شباہت نے اسلامک سنٹر پہنچنے کے باوجود اپنی گاڑی سے قدم باہر نہیں نکالا۔ اور وہ وہاں منتظر اپنے ماں باپ سہیلیوں اور ہونے والے دولہے کو چھوڑ کر انعام اللہ کی طرف چل دی۔

شباہت کے باپ کا اگرچہ کوئی عقیدہ نہیں تھا لیکن اُس نے اپنی ماں کے عقیدے کو اپنایا اور اپنی ہونے والی متوقع شادی کو بھی ایک مسلم ویڈنگ قرار دیا۔

> "اُس نے ہوش سنبھالا تو اسے اپنی ماں کے عقیدے کا ایک مقدس اور طے شدہ ماحول ملا جس نے اپنی اخلاقی اقدار کو اس قدر اہم جانا کہ ان کی حفاظت کی خاطر اس نے ایک بے محبت شخص سے شادی کر لی اور جب یہ کھلا کہ وہ تو ایک ایسی نسل کا تھا جس میں عقیدے کا عمل دخل ہی نہ تھا تو اس نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ شباہت باقاعدہ عمل پیرا تو نہ ہوئی تھی۔ لیکن وہ اپنے مسلمان ہونے کی پہچان سے گریز نہ کرتی تھی۔ کبھی کبھار اپنی ماں کو خوش کرنے کی خاطر روزے بھی رکھ لیتی تھی ۔اور پڑھ لیتی تھی "(15)

شباہت کو اپنے باپ سے دلچسپی نہ تھی لیکن جب اُس کی ملاقات پاکستان سے واپسی پر وہ ایک مختلف لڑکی ظاہر ہوئی جو اپنی نسل کے بارے میں جاننا چاہتی تھی کہ یہ قدیم نسل کیوں معدوم ہو رہی ہے۔ شباہت پانی سے ڈرتی تھی بخت جہاں کے بیڈ روم سے اُس کو یہی اختلاف تھا کہ اُس کی کھڑکی ایک جھیل میں کھلتی تھی۔ بخت جہاں سے شادی کے دن تک وہ اس کشمکش میں مبتلا رہی کہ واقعتاً یہ وہ ہی شخص ہے جس سے وہ حقیقی طور پر اپنی زندگی میں شامل کر سکتی ہے۔ لیکن عین اُس وقت جب سب لوگ اُس کے استقبال میں کھڑے تھے۔ اُس نے انعام اللہ کی طرف کوچ کر لیا۔ انعام اللہ سے وہ پہلے بھی اپنی شادی کا ذکر کر چکی تھی لیکن اُس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ انعام اللہ سے اُس کی ملاقات بھی ہاتھیوں کے شوق کے باعث ہی ہوئی۔ انعام اللہ ایک پرانی چیزوں کی دوکان سجائے بیٹھا تھا وہ وہاں ہاتھیوں کی تلاش میں گئی اور انعام اللہ پر فریفتہ ہو گئی۔ اُس کے گڑیا گھر میں ہاتھیوں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی اور وہ وہاں سے بھی اکثر ہاتھی ہی خریدتی رہی۔ انعام اللہ اُس سے عمر کی کئی دہائیاں لڑا تھا لیکن وہ اس کی محبت میں گرفتار ہو چکی تھی۔ اسے کئی بار شادی کی پیش کش کر چکی تھی۔ انعام اللہ اسے یکسر مسترد کرتا رہا اور جب یہ عقد کھلا کہ وہ شباہت کے دادا کا منہ بولا بیٹا ہے جسے وہ سنگسار ہونے سے بچانے کے لیے مسجد کی سیڑھیوں سے اٹھا کر لایا تھا، وہ ے ب بھی نہ مانی کہ وہ اس کا چچا بھائی ہے۔ شباہت کی محبت دنیا کے کسی طور طریقے کو نہیں مانتی تھی۔

حوالہ جات

1۔ مستنصر حسین تارڑ۔ خس و خاشاک زمانے۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز۔ 2017۔ ص 6-7
2۔ ایضاً۔ ص 21
3۔ ایضاً۔ ص 38
4۔ ایضاً۔ ص 41-42
5۔ ایضاً۔ ص 24
6۔ ایضاً۔ ص 238
7۔ ایضاً۔ ص 37-38
8۔ ایضاً۔ ص 63

9۔ ایضاً۔ ص321

10۔ ایضاً۔ ص498

11۔ ایضاً۔ ص489

12۔ ایضاً۔ ص498

13۔ ایضاً۔ ص491

14۔ ایضاً۔ ص646

15۔ ایضاً۔ ص649